Quarterly Research Journal of Arabic
ALOROOBA
ISSN (Print): 2710-5172
ISSN (Online): 2710-5180

Volume: 4 **Issue**: 2 (April – June 2023)
Alorooba Research Journal
ISSN (Print): 2710-5172 **ISSN (Online):** 2710-5180
HJRS: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1021427#journal_result
Issue URL: https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/issue/view/11
Article URL: https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/article/view/71

Title:

خواتین اور بچوں کے معاشی حقوق کا دائرہ کار: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

Scope of Economic Rights of Women & Children: An Exploratory Review in the Context of Islamic Teachings

Indexation: ISSN, DRJI, Euro Pub, Academia, Google Scholar, Asian Research Index, Index Copernicus International, index of urdu journals.

Authors:

Ubaid Ur Rehman
M.Phil Scholar, Islamic Studies
Alhamd Islamic University, Islamabad
Email: urrehman.007@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0003-1067-1588

Muhammad Usman
PhD Scholar, Islamic Studies
Riphah International University, Islamabad
Email: usmanmd313@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0004-0258-5484

Khalil Ur Rehman
M.Phil Scholar, Islamic Studies
Alhamd Islamic University, Islamabad
Email: khalilusmani989@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0002-6339-3000

Citation: Ubaid Ur Rehman, Muhammad Usman, & Khalil Ur Rehman. (2023). Scope of Economic Rights of Women & Children: An Exploratory Review in the Context of Islamic Teachings: خواتین اور بچوں کے معاشی حقوق کا دائرہ کار: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ. Alorooba Research Journal, 4(2), 82–106. Retrieved from https://www.alorooba.org/ojs/index.php/journal/article/view/71

Published: 2023-05-12
Publisher: Alorooba Academic Services SMC-Private Limited Islamabad-Pakistan

خواتین اور بچوں کے معاشی حقوق کا دائرہ کار: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

Scope of Economic Rights of Women & Children: An Exploratory Review in the Context of Islamic Teachings

Ubaid Ur Rehman
M.Phil Scholar, Islamic Studies
Alhamd Islamic University, Islamabad
Email: urrehman.007@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0009-0003-1067-1588

Muhammad Usman
PhD Scholar, Islamic Studies
Riphah International University, Islamabad
Email: usmanmd313@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0009-0004-0258-5484

Khalil Ur Rehman
M.Phil Scholar, Islamic Studies
Alhamd Islamic University, Islamabad
Email: khalilusmani989@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0009-0002-6339-3000

Abstract

In Islam, not only hard work or spending is the source of sharing in wealth, but there are some people in society who deserve to share in wealth even without hard work and spending. There will be one and then each of them has different levels. There are two forms of sponsorship for men under the privilege of sponsorship, which are sponsorship from relatives and sponsorship from the government treasury. The scope of parental support is not limited to parents only, but will also include grandfathers, grandmothers, maternal grandparents and above. It is obligatory on every wealthy person to provide maintenance for each of his dependents, provided that the dependent is needy or immature or a penniless woman or crippled or disabled or blind or a student or due to ignorance or stupidity or any other excuse. but not able to eat and if that rich person does not spend on these people, he will be forced to spend. Sponsorship has also been declared essential by Islam.

***Keywords**: Economic Rights, Women & Children, Islamic Teachings.*

تمہید:

ایک زمانہ تھا جب خواتین تہذیب، تاریخ، اقوام اور مذاہب عالم میں بہیمانہ مظالم کا شکار تھیں، اسے گناہوں کا مجسمہ اور برائی کا منبع تصور کیا جاتا تھا۔ عورت مظلوم، محکوم، مجبور اور مردوں کے طرح طرح کے مظالم کا شکار تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس ذلت و رسوائی کے سیاہ بادلوں کے خاتمہ کے لیے دست بدعا تھی کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی عورت کی دنیا پر چھائی ہوئی تاریکی کے گہرے بادل چھٹ گئے۔ اس کی شامِ غم صبح عید سے

بدل گئی کہ 9 ذی الحج 10 ہجری بروز جمعہ کو محسنِ اعظم ﷺ نے میدان عرفات میں ایک لاکھ تیس ہزار نفوس قدسیہ سے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ:

"استوصوا بالنساء خيرا، فإنهن عندكم عوان ليس تملكون منهن شيئا غير ذلك، إلا أن ياتين بفاحشة مبينة، فإن فعلن فاهجروهن في المضاجع، واضربوهن ضربا غير مبرح، فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا، إن لكم من نسائكم حقا، ولنسائكم عليكم حقا، فأما حقكم على نسائكم، فلا يوطئن فرشكم من تكرهون، ولا يأذن في بيوتكم لمن تكرهون، ألا وحقهن عليكم، أن تحسنوا إليهن في كسوتهن، وطعامهن". (۱)

''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لیے کہ عورتیں تمہاری ماتحت ہیں، لہٰذا تم ان سے اس (جماع) کے علاوہ کسی اور چیز کے مالک نہیں ہو، الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ سے جدا کر دو، ان کو مارو لیکن سخت مار نہ مارو، اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر زیادتی کے لیے کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو، تمہارا عورتوں پر حق ہے، اور ان کا حق تم پر ہے، عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارا بستر ایسے شخص کو روندنے نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ کسی ایسے شخص کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں، جسے تم ناپسند کرتے ہو، سنو! اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اچھی طرح ان کو کھانا اور کپڑا دو''

عورت چونکہ تمدن انسانی کا مرکز و محور اور باغِ انسانیت کی زینت ہے۔ اس لیے اسلام نے اسے باوقار طریقے سے وہ تمام معاشرتی حقوق عطا کئے جن کی وہ مستحق تھی۔ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا، دیگر اقوام اور تہذیبوں کے برعکس اسے اپنا ذاتی مال و ملکیت رکھنے کا حق دیا، شوہر سے ناچاقی کی صورت میں خلع کا حق دیا۔ نکاح ثانی کی اجازت دی، وراثت میں اس کو حصہ دلایا، اسے معاشرے کی قابل احترام ہستی قرار دیا اور اس کے تمام جائز قانونی، معاشی و معاشرتی حقوق کی نشاندہی کی۔

معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان رقمطراز ہے کہ:

"اسلام نے مسلمان عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا، انہیں ذلت کی بجائے عزت و رفعت سے سرفراز کیا اور کم و بیش ہر میدان میں ترقی سے ہمکنار کیا۔ چنانچہ قرآن کا قانون وراثت و حقوق نسواں یورپ کے قانون وراثت اور حقوق نسواں کے مقابلے میں بہت زیادہ مفید، زیادہ وسیع اور فطرت نسواں سے قریب تر ہے۔"(2)

اسلام اور خواتین کی معاشی کفالت:

قرآن کریم خواتین کے بارے میں حد اعتدال قائم کرتے ہوئے ان کے جائز حقوق کی ادائیگی کے حکم سے بھرا پڑا ہے، نہ تو وہ تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں کی طرح خواتین کو مردوں کے مساوی قرار دیتا ہے اور نہ ہی مذاہب باطلہ کی طرح انہیں انسانیت کے دائرے ہی سے خارج کرتا ہے بلکہ جو اس کا فطری مقام ہے اس کی مناسبت سے ان کے حقوق کا تعین کرتا ہے جو کہ اسلام کی صداقت و حقانیت کی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ پہلے تو قرآن واضح الفاظ میں اس فطری تفاوت اور غلطی کا ازالہ کرتا ہے کہ مرد و زن یکساں صلاحیت کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں۔ لہذا جو چیز ناممکن ہو اس کی آرزو اور تمنا بھی وقت کا ضیاع ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾.(٣)

"اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔"

بعض عورتوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے؟ کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور ان کو حکم کرتا ہے عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مردوں کو عورت سے دوہرا حصہ دیا جاتا ہے۔ اس آیت میں ان سب کا جواب دیا گیا۔(4) اس آیت میں جنسی تفریق کو مٹانے کی آرزو کی مذمت کی گئی اور جو چیز کار آمد ہے اس کی ترغیب دی گئی یعنی اعمال کے اعتبار سے آخرت میں مرد و زن کا تفاوت نہ ہو گا، وہاں اجر میں مساوات ہو گی تو اس کی طلب کا حکم دیا گیا۔ آیت میں ایک عمومی حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا جو بنایا ہوا نظام فطرت ہے اس کے ساتھ افضل و مفضول کا ہونا ایک لازمی چیز ہے اور اس نظام کے تحت ہی ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے نوع انسانی میں بھی تقسیم جاری فرمائی، اور مرد کو عورت پر برتری عطاء فرمائی، پھر اس برتری کی وجہ اگلی آیت میں بیان فرمادی گئی۔

"مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال"۔(5)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو وجہ سے مردوں کو عورتوں پر حاکم اور نگران بنا دیا۔ اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں فضیلت اور برتری عطا فرمائی ہے

جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورت پر اپنا مال خرچ کرتا ہے اور مہر، خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔[6]

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے نفقہ کی مکمل ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے اور شادی کے بعد سب سے زیادہ اس کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوگا۔ چنانچہ ان کو نکاح میں لانے سے پہلے قرآن نے ان کی معاشی خوشحالی کی ضمانت کے لیے مہر کا عطیہ مقرر کر دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾.[۷]

"اور دے دو عورتوں کو مہر ان کی خوشی سے۔"

زمانہ جاہلیت میں عورت کو میراث میں سے نہ تو حصہ ملتا تھا بلکہ اس کے ولی یا شوہر کے انتقال کے بعد اس کو بھی میراث کی مانند گھر کا سامان شمار کر کے اس پر قبضہ جما لیا کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا﴾.[۸]

"اے ایمان والو! حلال نہیں تمہارے لیے کہ میراث بنالو عورتوں کو زبردستی۔"

صرف یہ نہیں کہ قرآن نے عورت کو ورثہ بنانے سے روکا بلکہ خود عورت کو میراث میں حصہ دار قرار دیدیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ﴾.[۹]

"اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت حصہ مقرر کیا ہوا۔"

اسی طرح شوہر کی جائیداد میں بھی اس کے لئے حصہ دار قرار دیا گیا ہے جیسا ارشاد ہے کہ:

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم﴾.[۱۰]

"اور عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہاری اولاد اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو کچھ تم نے چھوڑا۔"

اسلام نے عورت کو جائیداد کا مالک صرف شوہر کی وفات کے بعد ہی نہیں بنایا بلکہ زندگی میں بھی اگر شوہر کسی دوسری عورت کو شریک حیات بناتا ہے تو اس کو علم ہے کہ پہلی بیوی کو دیئے گئے اموال واپس نہ لو وہ انہی کی ملکیت میں رہنے دو۔[11]

اسلام نے شادی کے اخراجات کی تمام تر ذمہ داری چونکہ مرد پر عائد کی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص مالی حیثیت سے اتنا مستحکم نہ ہو تو اس کو مسلمان کی آزاد عورت سے نکاح کرنے کی بجائے لونڈی سے نکاح کا مشورہ دیا گیا ہے تاکہ آزاد مسلمان عورت کا جو اعزاز ہے اس کو دھچکہ نہ لگے۔ (12)

اسی طرح قرآن کریم کی دیگر صریح نصوص بھی ہیں جن میں عورت کی مکمل معاشی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اس کا انتظام شادی سے قبل باپ کے ذمہ ہے۔ اور شادی کے بعد ذمہ داری مکمل طور پر شوہر کے ذمہ عائد کی گئی ہے۔

ایک مقام پر رہائش کی سہولت عورت کو خاوند کی طرف سے ملنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ﴾. (١٣)

"اپنی بیویوں کو اپنی حیثیت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو رہائش دو۔"

قرآن نے تفریق زوجین کے وقت بھی عدت کا نفقہ شوہر کی کفالتی ذمہ داریوں میں شامل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"اگر تمہاری بیویاں (طلاق شدہ عدت کے دوران) حمل سے ہوں تو وضع حمل تک ان پر خرچ کرو۔" (14)

آج مغربی حقوق نسواں کے علمبرداروں کے جھوٹے اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے ہمارے معاشرے کی بھی بہت سی پڑھی لکھی مسلم خواتین اپنے مذہب سے شاکی نظر آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اسلام نے ان کو چار دیواری میں قید کر دیا ہے یہ معاشی میدان میں بھاگ دوڑ کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن یہ شکایت بنظرِ غائر اپنے حقوق معاش سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ بنظر غائر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کو عملی جامہ پہنا دیا جائے تو شاید غیر مسلم خواتین بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں، بلکہ ہو رہی ہیں۔

نفقہ خواتین اور تعلیمات نبوی ﷺ:

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خواتین پر بے شمار احسانات ہیں لہذا خواتین کے نفقات سے متعلق نبوی تعلیمات درج ذیل ہیں۔

عرب میں چونکہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اس امر کا سد باب کیا اور لڑکیوں کی پرورش پر خصوصی اجر کے وعدے فرمائے، جس کا یہ اثر ہوا کہ وہی لڑکی جو کل تک معاشرے پر ایک بوجھ سمجھ کر دفنا دی جاتی تھی، آج ایسی معزز بن چکی ہے کہ جس کی پرورش اور تربیت کے لیے آپس میں مقابلہ کی نوبت آجاتی تھی۔ مسلمان سب برابر تھے اور مساویانہ حقوق رکھتے تھے کسی کو کسی پر اگر

فوقیت تھی تو کسی علمی و عملی اور کسی معقول بنیاد پر برتری حاصل تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے واپسی کا قصد کیا تو سیدنا حمزہؓ کی چھوٹی بچی فاطمہ چچا چچا پکارتی ہوئی آپ ﷺ کے پیچھے آئی۔ سیدنا علیؓ نے اسے لے لیا اور سیدہ فاطمہؓ کے حوالے کیا اور کہا کہ دیکھو یہ چچا کی لڑکی ہے۔ اب سیدنا علیؓ، سیدنا زیدؓ، سیدنا جعفرؓ کے درمیان اس مسئلہ پر کشمکش ہونے لگی۔ سیدنا علیؓ نے کہا کہ اسے میں لیتا ہوں یہ میری چچازاد بہن ہے۔ سیدنا جعفرؓ نے کہا کہ میری چچازاد بہن ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ سیدنا زیدؓ نے کہا کہ یہ میری بھتیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا کہ چونکہ بچی کی خالہ ان کے گھر میں ہے اور خالہ ماں کی جگہ پر ہوتی ہے۔ (15)

کنجوس شوہر اور بیوی کا نفقہ:

اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے کسی عورت کو نکاح میں قبول کرتے ہی اس کے نان و نفقہ کی مکمل ذمہ داری شوہر کے کندھوں پر ڈال دی ہے جس سے وہ مرتے دم تک سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر بدقسمتی سے کسی خاتون کو ایسا شوہر میسر ہو جو اس کا نفقہ دینے میں کنجوسی کرتا ہے تو بیوی کے لیے شوہر کے مال سے بقدرِ ضرورت نکال لینا درست ہے تاکہ وہ اپنی اور اپنی اولاد کی معاشی ضروریات پوری کر سکے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہندؓ بنت عتبہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ:

"یا رسول الله، إن أبا سفيان رجل شحيح، فهل علي جناح أن آخذ من ماله ما يكفيني وبنيّ؟ قال: خذي بالمعروف". (١٦)

"ابوسفیانؓ (ان کے شوہر) کنجوس آدمی ہیں اور اتنا خرچ نہیں دیتے جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اتنا لے لیا کریں جو دستور کے موافق آپ کے لیے کافی ہو۔"

آپ ﷺ نے بیوی کے نفقہ کو باعث اجر و ثواب قرار دیا ہے، حالانکہ نفقہ شوہر کی ذمہ داریوں میں شامل ہے لیکن اس کے باوجود اس کا کھلانا باعث ثواب ہے۔ ایک حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا قصہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا، حضور ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ میرے پاس کافی مال ہے اور وہ سب وصیت کر کے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ آدھا مال صدقہ کر دوں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے کہا ایک تہائی کر دوں، آپ نے فرمایا کر دو لیکن یہ بھی بہت ہے پھر آپ ﷺ نے سمجھایا کہ اگر تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس سے کہ کل کو وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں اور تسلی کے لیے فرمایا کہ جو بھی تم اپنے گھر

والوں پر خرچ کرتے ہو وہ بھی صدقہ یعنی باعث اجر وثواب ہے۔ پھر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو تو وہ بھی صدقہ ہے۔[17]

یہاں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر خرچ کرتے ہوئے یہ سمجھے کہ اس پر بھی مجھے اجر وثواب مل رہا ہے تاکہ تنگ دلی کا شکار نہ ہو اور خوش دلی کے ساتھ اس نفقہ کا بوجھ برداشت کر سکے اور دوسری جانب عورت اپنے معاش سے یکسو ہو کر گھر کے کام کاج کو اور اولاد کی تربیت کے شعبہ کو توجہ دے سکے۔ جیسے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنے درمیان تقسیم کار فرما رکھی تھی کہ حضرت علیؓ گھر کے باہر کے کام انجام دیتے اور حضرت فاطمہؓ گھر کے اندر کا انتظام سنبھالتیں۔ چنانچہ گھر میں جھاڑو دیتیں، چکی چلا کر آٹا پیستیں، پانی بھرتیں اور کھانا پکاتیں وغیرہ وغیرہ۔[18]

بیوہ بیٹی کی کفالت کا اجر:

حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"ألا أدلك على أعظم الصدقة، أو من أعظم الصدقة؟" قال: بلى يا رسول الله، قال: "ابنتك مردودة إليك، ليس لها كاسب غيرك".[١٩]

"کیا میں تمہیں بہترین صدقہ کے بارے میں بتاؤں؟ پھر خود ہی فرمایا! وہ صدقہ اپنی اس بیٹی کے ساتھ معاشی تعاون کرنا ہے جو تمہارے پاس واپس بھیج دی گئی ہے۔ اور جس کے لیے تمہارے علاوہ اور کوئی کمانے والا نہیں ہے۔"

یعنی تمہاری بیٹی کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہو اور نہ تو اس کے پاس کوئی ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر سکے اور نہ کوئی ایسا بیٹا ہو، اور ایسا خبر رکھنے والا ہو جو اپنی کمائی سے اس کے لیے گزر بسر کا سامان فراہم کر سکے بلکہ صرف تم ہی اس کے لیے واحد سہارا بن سکتے ہو اور وہ اسی لیے ناچار ہو کر تمہارے گھر آن پڑی ہو تو تمہاری طرف سے اس کی کفالت اور اس کے ساتھ حسن سلوک ایک بہترین صدقہ ہے۔

بیوی کے نفقہ کے فقہی احکامات:

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی لباس، کھانے پینے کا خرچ اور مکان دینا واجب ہے، چاہے مرد عمر میں اپنی بیوی سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافر ہو، خواہ بالغہ ہو یا ایسی نابالغ ہو جس سے جماع نہ کیا جا سکتا ہو، مالدار ہو یا نادار ہو، آزاد ہو یا مکاتبہ ہو۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ:

"اگر بیوی بڑی ہو یعنی بالغہ قابل جماع ہو لیکن اس کی رخصتی نہ ہوئی ہو فقط نکاح ہوا ہو اور شوہر نے اس کی رخصتی کا مطالبہ بھی نہ کیا ہو تو اس صورت میں بیوی نفقہ طلب کر سکتی ہے۔"[20]

وجوب نفقہ کا سبب:

فقہائے کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ نفقہ تین اسباب کی بناء پر واجب ہوتا ہے:

أ. زوجیت۔

ب. قرابت۔

ت. ملکیت۔[21]

تمام فقہاء نے ان تینوں اسباب میں سے پہلے سبب یعنی زوجیت کو سب سے زیادہ ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہونے کا بنیادی سبب احتباس ہے اور یہ ضابطہ کلیہ ہے کہ ہر وہ ذات جو کسی دوسرے کی خدمت میں محبوس ہو تو اس کا نفقہ اس پر واجب ہوگا۔[22]

ادائے نفقہ کی دو صورتیں:

یہ نفقہ بیوی کو کس طرح دیا جانا چاہیے تو اس کے بارے میں فقہاء کہتے ہیں کہ دو طریقے ہیں:

أ. تمکین۔

ب. تملیک۔

تمکین یہ ہے کہ شوہر وسیع دستر خوان والا ہے، اس کے دستر خوان پر فراخی کے ساتھ کھانا موجود ہو، جس میں سے بیوی اپنی ضرورت کے مطابق کھا سکتی ہے تو وہ اس دستر خوان پر شوہر کے ساتھ کھا پیا کرے لیکن علیحدہ سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ اتنا زیادہ وسیع دستر خوان نہ ہو تو ان کی مرضی ہے چاہے تو اس طرح بیٹھ کر شوہر کے ساتھ کھا لیا کرے، تو یہ بہت اچھی بات ہے وگرنہ علیحدہ کھانے کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس صورت میں شوہر کے ذمہ دستور کے مطابق بطور ملکیت اس کا کھانا دینا ضروری ہوگا اور جب بیوی کو اس کا نفقہ دیدیا گیا خواہ کھانے پینے کا سامان ہو یا اپنے اوڑھنے کا ہو اس کی ملکیت ہو گیا، وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ چیزیں اگر اس سے چوری ہو جائیں تو شوہر کے ذمہ دوبارہ دینا واجب ہیں، بخلاف دیگر محرم رشتہ داروں کے، کہ ان کو دوبارہ دینا لازم نہیں ہے۔[23]

نفقہ کی مقدار اور معیار:

فقہاء احناف کے نزدیک نفقہ کے لیے کوئی بھی مقدار متعین نہیں ہے، بلکہ قاضی اپنے زمانے کے اعتبار سے اس وقت کی حالت اور تقاضا کے مطابق فیصلہ صادر کرے گا کیونکہ نفقہ سے مقصود کفایت ہے کہ بقدر کفایت

نفقہ میسر آجائے اور اس کفایت کے اعتبار سے لوگوں کی عادتیں یا طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح گردش ایام کے ساتھ ساتھ حالات بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس کی مقدار میں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اس مقدار کے تعین سے کچھ نقصان نہ پہنچتا ہو۔ لہذا بقدر کفایت جو بھی نفقہ ہو تو وہ کھانا ہو، جس میں سالن اور روٹی دونوں شامل ہیں۔ اسی طرح تیل بھی شامل ہے۔ سالن اس لیے کہ روٹی اس کے بغیر عام طور پر نہیں کھائی جاتی اور تیل اس لیے کہ عورتیں اس کو اکثر استعمال کرتی ہیں۔ سالن کے بارے میں کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ اس کا اعلیٰ درجہ گوشت ہے اور ادنی درجہ گھی یا تیل ہے اور متوسط درجہ کا سالن دودھ یا دہی ہے۔(24)

اور شوہر کے ذمہ بیوی کے لیے سال میں کم از کم دو جوڑے کپڑے کے واجب ہیں، ایک جوڑا سردی کے موسم کے لیے اور دوسرا گرمی کے موسم کے لئے کیونکہ جس طرح اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہے، اس طرح تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے کی بھی ضرورت ہے۔(25)

کپڑے کی مزید تفصیل صاحب بحرؒ نے یوں کی ہے کہ اس میں دو اوڑھنیاں یعنی برقع اور ایک لحاف ضروری ہے۔ بعض نے لحاف اس اوڑھنی کو کہا ہے کہ جو عورت گھر سے نکلتے وقت پہنتی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے رات کو اوڑھنے والا لحاف مراد ہے اور ہمارے دستور کے مطابق رات کو سونے کے لیے بستر اور سردی سے بچنے کے لیے روئی والا لحاف بھی شامل ہے۔

شمس الائمہ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ عورت کے لیے علیحدہ گھر کا انتظام ہونا چاہیے۔ کیونکہ بسا اوقات ایام حیض میں یا بیماری کے ایام میں اسے جداگانہ بستر کی ضرورت پڑتی ہے۔(26)

شوہر کے ذمہ بیوی کو صفائی ستھرائی کا سامان دینا بھی واجب ہے، جیسے کنگھی، تیل اور سر دھونے کے لیے بیری اور خطمی اور ہر وہ چیز جس سے بدن کا میل اترتا ہے، جیسے اشنان، صابن اور یہ چیزیں اسی شہر کے دستور کے موافق ہونی چاہیں اور اس کے علاوہ جو چیزیں ویسے ہی تلذذ یا بناؤ سنگھار کے لیے درکار ہوں جیسے خضاب، یا سرمہ ان چیزوں کا دینا ضروری نہیں، اختیار ہے چاہے تو دیدے، ورنہ نہ دے۔(27)

ناشزہ کا نفقہ:

بیوی کا نفقہ اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ شوہر کے گھر میں فرمانبرداری کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو لیکن اگر ناراض ہو کر شوہر کے گھر سے چلی جاتی ہے تو وہ ناشزہ یعنی نافرمان شمار ہوگی اور اس کا نفقہ جب تک کہ واپس شوہر کے گھر نہ لوٹ آئے، اس وقت تک واجب نہ ہوگا۔(28)

سقوطِ نفقہ کی صورت:

کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو چھوڑ کر بیرون ملک چلا گیا اور وہاں سے بیوی کا نفقہ نہیں بھیجتا، بعد میں جب وہ واپس آیا تو گزشتہ وقت کا نفقہ طلب کرنے کا بیوی کو حق نہیں اس لیے کہ ایک ماہ یا زیادہ عرصہ گزر جانے سے بیوی کا نفقہ اس گزشتہ مدت کا ساقط ہو جاتا ہے، البتہ حاکم نے نفقہ کی مقدار متعین کر دی، یا زوجین نے بالاتفاق کوئی مقدار متعین کر لی ہو، تو نفقہ ساقط نہ ہوگا۔(29)

بیوی کا علاج اور اس کی اجرت:

بیوی چونکہ مکمل طور پر شوہر کے اختیار میں داخل ہو چکی تو اب اس کی تمام تر ذمہ داریاں شوہر کے ذمہ عائد ہوتی ہیں لیکن فقہاء نے بیوی کے لیے دوا اور ڈاکٹر کا خرچہ شوہر پر عائد نہیں فرمایا اور یہ شوہر کی ذمہ داری سے خارج ہے۔

لیکن یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بیوی اپنی بیماری کے لیے علاج کا خرچہ پھر کس سے مانگے گی؟ باپ سے یا بھائی سے یا اسی طرح پڑی رہے گی اور چاہے اس بیماری کی وجہ سے مر ہی جائے اور ویسے بھی عصر حاضر کی جدید میڈیکل کی ترقیوں کے باعث علاج ایک مہنگا ترین مسئلہ ہے تو اس مسئلہ کا کیا حل ہوگا؟ فقہاء نے بیوی کے لیے دوا اور ڈاکٹر کا خرچہ شوہر پر عائد نہیں فرمایا تو اس سے مراد وجوب اجباری کی نفی مراد ہوگی۔ لیکن وجوب اخلاقی کے تحت شوہر کو اپنی بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ بھی برداشت کرنا چاہیے۔ جس طرح عورت کے ذمہ شوہر کی بہت سی خدمات وجوب اجباری میں داخل نہیں۔ مثلاً گھر کا کھانا پکانا، شوہر کے کپڑے دھونا، استری کرنا، شوہر کے گھر والوں کی خدمت کرنا لیکن یہ سب کام معاشرہ میں وجوب اخلاقی کے درجہ میں شامل ہیں کہ بیوی کے ذمہ اخلاقاً ان خدمات کا بجالانا ضروری ہے۔ تو اسی طرح شوہر کے ذمہ وجوب اجباری میں تو علاج کا خرچ داخل نہیں لیکن شوہر بھی بیماری کی حالت میں بیوی کو اس کے رحم و کرم پر نہ چھوڑے اور اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔(30)

غزوہ بدر جو اسلام کی تاریخ میں سب سے اہم جہاد ہے اور اس کے شرکاء کی جو فضیلت ہے۔ وہ فضیلت قیامت تک دوسرے غزوہ یا جہاد کے شریک کو نہیں مل سکتی اور اس وقت افرادی قوت کی بھی جتنی اشد ضرورت تھی، وہ بھی بالکل واضح ہے لیکن ان تمام اہم پہلوؤں کے باوجود نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اتنے عظیم معرکہ میں شریک ہونے سے منع فرمادیا محض اس لیے کہ ان کی زوجہ محترمہ اور رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بیمار تھیں، ان کی تیمارداری کے لیے۔ چنانچہ غزوہ بدر میں فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لیے مدینہ منورہ قاصد روانہ کیا گیا تو حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہؓ کو مٹی دے رہے تھے۔ ان کی تیمارداری کے لیے حضور ﷺ، حضرت عثمانؓ کو مدینہ چھوڑ آئے تھے، اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے۔(31)

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بیوی کی بیمار پرسی اور اس حالت میں اس کی دیکھ بھال کرنا بھی شوہر کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ بھی اہم بنیادی ضروریات میں شامل ہے اور خصوصا ہر عورت کے ساتھ زچگی کے زمانے میں تو مرض لاحق ہوتے ہی ہیں، پھر وہ کیا کرے گی۔

ملازمت پیشہ بیوی کا نفقہ:

عصر حاضر میں بہت سی خواتین برسرِ روزگار ہوتی ہیں، سروس وغیرہ کرتی ہیں، رات میں بھی اور دن میں بھی۔ جیسے لیڈی ڈاکٹر ہے یا ائیر ہوسٹس ہوتی ہیں یا نرسیں وغیرہ۔ ان پیشہ ور خواتین کی ڈیوٹی میں رات اور دن دونوں شامل ہوتے ہیں، یا ایسے پیشے سے وابستہ ہوں جس میں دن میں سروس کے لیے جانا ہوتا ہو۔ مثلاً کسی فیکٹری میں ملازم ہے یا اسکول ٹیچر ہے یا کسی آفس میں ملازمت ہے۔ اب اس سروس کی وجہ سے وہ دن میں گھر سے باہر رہتی ہے اور رات شوہر کے ساتھ گزارتی ہے تو دونوں صورتوں میں اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا۔(32)

اس میں اتنی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر وہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلتی ہو تو نفقہ نہ ہوگا۔ کیونکہ آج کل بہت سے شوہر خود اپنی عورتوں کو کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ شوہر نے خود ہی ملازم پیشہ لڑکی سے شادی کی ہے۔ لہذا جب اس نے خود ہی اس کا انتخاب کیا ہے تو جب تک کہ اس کو صراحۃً منع نہ کرے گا تو اس کا یہ نکلنا شوہر کی رضا اور اجازت سے ہوا۔

تیسری بات یہ ہے کہ شوہر نے اسکوا تنی تنگی معاش میں مبتلا کیا ہو کہ جس کی وجہ سے مجبوراً اسے نکلنا پڑ رہا ہو، کیونکہ اصول یہ ہے کہ بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنا ہی مانع نفقہ نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا نکلنا اپنے کسی حق کی وصولیابی کے لیے ہے یا نہیں؟ اگر اپنے کسی جائز حق کی وصولیابی کے لیے ہے، تو شوہر کی رضا اور اجازت بھی ہو تب بھی بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کسی حق بات کے لیے گئی، چاہے شوہر کی اجازت کے بغیر ہی گئی ہو تو بھی نافرمان شمار نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا نفقہ ساقط ہوگا۔(33)

متعنّت کی بیوی کا حکم:

متعنت اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو تو اس کا حکم بوقت ضرورت شدیدہ مستورات کی رہائی کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے۔ زوجہ متعنت کے لیے اولاً تو لازم ہے کہ کسی طرح اپنے شوہر سے خلع حاصل کرلے لیکن اگر باوجود کوشش اور انتھک محنت کے کوئی صورت نہ بنے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ ان کے نزدیک زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے، اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ ہے کہ عورت کے خرچ وغیرہ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص اس عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ ہی خود عورت عفت وعصمت کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔

دوسری مجبوری کی صورت یہ ہے کہ اگرچہ سہولت کے ساتھ یا مشکل سے خرچ کا انتظام ہو سکتا ہو لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہے۔(34)

زوجہ متعنت کے لیے تفریق کی صورت:

زوجہ متعنت کے لیے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ مسلمان قاضی یا مسلمان حاکم کی عدالت میں اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلم ممالک میں ہو تو اپنا معاملہ مسلمانوں کی جماعت کے سامنے پیش کرے اور جس کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ چنانچہ اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے شوہر سے کہا جائے گا کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو بصورت دیگر طلاق دو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعا جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کر دے، اس میں کسی مدت کے انتظار کی اور مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔ اگر حاکم یا قاضی کے طلاق واقع کرنے کے بعد متعنت اپنی

حرکت سے باز آجائے اور بیوی کی عدت گزر چکی ہو تو اس صورت میں اس کا بیوی پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔ کیونکہ عدت گزر جانے کے بعد رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا۔ اگرچہ طلاق رجعی ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر دونوں رضامند ہوں تو تجدید نکاح بغیر حلالہ کے ہو سکتا ہے اور اگر عدت کے اندر ہی متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نان نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس بارے میں مذہب مالکیہ میں صریح روایت نہیں۔ اس لیے ارباب فتوی کے نزدیک دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجوع کا حق دیا جائے اور دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دی جائے اور رجوع کا حق شوہر کو نہ دیا جائے۔(35)

میکہ میں رہنے کا نفقہ:

کسی شخص نے اگر اپنی بیوی کو خود اس کے میکے بھیجا ہے تو جب تک شوہر کی اجازت سے وہ میکے میں رہے تو نان نفقہ کی مستحق ہے۔ البتہ بغیر اجازت گئی ہے یا اجازت سے جانے کے بعد باوجود شوہر کے بلانے کے نہ آئے تو نان و نفقہ کی مستحق نہ ہو گی۔(36)

معتدہ طلاق کا نفقہ:

معتدہ طلاق کا نفقہ و سکنی شوہر پر واجب ہے لہٰذا ان ایام کا نفقہ اور بیوی کی رہائش کے لیے مکان اور بچہ کی ولادت کے مصارف بھی شوہر کے ذمہ ہیں۔ البتہ اگر عدت شوہر کے گھر میں نہ گزارے بلکہ کسی دوسری جگہ اس نے ایامِ عدت گزارے تو نفقہ شوہر پر واجب نہ ہو گا۔ خلع میں اگر نفقہ عدت کے سقوط کی شرط نہیں کی گئی تو وہ ساقط نہیں ہوگا۔ اگر شرط لگائی گئی ہو تو ساقط ہو جائے گا، البتہ مہر بلا شرط بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ جبکہ طلاق سے نہ نفقہ عدت ساقط ہوتا ہے نہ مہر۔ خواہ مزنیہ ہونے پر طلاق دے خواہ کسی دوسری وجہ سے دے۔(37)

معتدہ موت کا نفقہ:

جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو اور وہ عدت میں ہو تو شوہر کے مال سے اسے وراثت ملے گی، اس لیے اس کو مشترکہ ترکہ سے نفقہ لینے کا حق نہیں ہے بلکہ ترکہ سے اس کو جو حصہ ملے گا اس سے ہی خرچ کرے گی۔ اگر شوہر کا مکان کرایہ پر ہو اور اس مکان کا کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو یہ مکان چھوڑ کر حسبِ استطاعت کسی دوسرے قریب مکان میں جا سکتی ہے۔ اگر مرحوم شوہر کے ذاتی مکان سے جو حصہ اس کی بیوی کو ملا، وہ اس

کے لیے ناکافی ہو تو دوسرے وارثوں پر واجب نہیں کہ وہ ایام عدت اپنے حصہ میں گزارنے دیں، بلکہ خوشی سے اجازت دیں تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ دوسرے قریب مکان میں عدت گزارے۔(38)

مطلقہ کی اجرت رضاعت اور حضانت:

شوہر نے جب بیوی کو طلاق دے دی تو اب عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت شوہر سے طلب نہیں کر سکتی ہے۔ البتہ بچہ مالدار ہو تو اس کے مال سے اجرت طلب کر سکتی ہے اور عدت گزرنے کے بعد بہر حال اجرت لے سکتی ہے مگر اجرت اجنبیہ سے زیادہ نہیں لے سکتی، اگر کوئی اجنبیہ بلا اجرت دودھ پلانے پر راضی ہو تو ماں اجرت نہیں لے سکتی۔(39)

حق مہر:

اسلام نے عورت کی دلجوئی کے لیے مرد کے ذمہ مہر واجب قرار دیا۔ یہ دونوں کے ایک فطری جذبہ کی تسکین کا بہترین ذریعہ ہے۔ مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ مال کماؤں تو اس میں سے محبوب کے لیے بھی کچھ خرچ کروں اور خود بخود صنف نازک پر مال خرچ کرنے کے لیے طبیعت میں ایک جذبہ ابھرتا ہے اور اس جذبہ کے ذریعہ وہ اپنی پسندیدہ خاتون کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ میں اس کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں، اس مال کے خرچ کرنے کے ذریعہ اس کو تسکین قلب میسر آتی ہے۔ دوسری جانب صنف نازک کے اندر وہ اوصاف بدرجہ کمال موجود ہوتے ہیں کہ وہ اگر غلط راستے پر پڑ جائے تو جسم کے ناجائز استعمال کے ذریعے مرد کی ہوس کو تسکین بخش کر صرف ایک شب کے ہزاروں روپے کما سکتی ہے، لیکن اس نے اپنے قیمتی اثاثے کو مرد کی ہوس سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنے جذبات کو پاکیزہ رکھا اور اپنی عفت کو سلامت رکھا اور مردوں کی شہوت کی بھینٹ نہ چڑھی تو اب یہ اپنا مکمل سراپا کسی بھی مرد کو ہمیشہ کے لیے سپرد کر رہی ہے تو اس ایثار اور قربانی کے بدلے شریعت نے اس کو مرد کی طرف سے ایک مالی عطیہ کا حقدار قرار دیا ہے جس کو ہم مہر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ عورت کا ایک واجبی حق ہے، جو مرد کے ذمہ لازم ہے۔

قرآن کریم میں اس حوالے سے یوں ارشاد ہے کہ:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾.(۴۰)

"عورتوں کو خوشی کے ساتھ ان کے مہر ادا کر دو۔"

شریعت نے مہر عورت پر نہیں بلکہ مرد پر لازم کیا، کیونکہ عورت کی عزت کے بدلے مہر کو مرد پر لازم کیا ہے اور اس میں عورت کی دلجوئی بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مہر کی کوئی ایسی آخری حد مقرر نہیں فرمائی جس کے بعد اجازت نہ رہتی ہو لیکن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بس اتنا مہر مقرر ہونا چاہیے جو بآسانی ادا کیا جاسکتا ہو اور اس کا کچھ حصہ جنسی تعلق قائم کرنے سے قبل ہی بیوی کی مزید دلجوئی کی خاطر ادا کر دینا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی اکثر ازواج مطہرات کا (500) سو درہم تقریبا 31 تولہ چاندی مہر مقرر کیا تھا۔ ازواج مطہرات میں صرف حضرت ام حبیبہؓ کا مہر 4000 درہم مقرر ہوا تھا، جو حضور ﷺ نے نہیں بلکہ اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ نے حضور ﷺ کی طرف سے ادا کیا تھا اور اتنا ہی مہر اپنی اکثر صاحبزادیوں کا متعین کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اس طرز عمل سے جس طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ مہر کی مقدار اتنی زیادہ نہیں مقرر کرنی چاہیے کہ ادا کرنا ہی مشکل ہو جائے۔ اسی طرح یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مہر اتنا کم بھی نہیں ہونا چاہیے جس سے عورت کو بے وقعتی کا احساس ہونے لگے۔

اس بارے میں بھی اکثر لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں، کہ یا تو اتنا زیادہ مہر مقرر کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں جس کا ادا کرنا مشکل ہی نہیں بسا اوقات محال بھی ہوتا ہے یا اتنی کم مقدار برادریوں اور خاندانوں کے لوگ مقرر کرتے ہیں کہ سن کر ہنسی آجائے اور عورت کی کھلی توہین محسوس ہو۔ شریعت نے اس سلسلہ میں بھی اعتدال کی راہ پسند فرمائی اور اس پر چلنا بہتر بتایا کہ وہ نہ بہت زیادہ ہو اور نہ عورت کی حیثیت سے اتنا کم کہ اسے ہم عصروں میں شرمندہ ہونا پڑے، اس زمانہ میں قوت خرید کے لحاظ سے درہم کی جو مالی حیثیت تھی کہ پانچ درہم میں عموماً ایک اچھی بکری آجاتی تھی، اس اعتبار سے پانچ سو درہم خاص مالیت ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر راجح یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی مقرر کیا گیا جن کا وزن تقریبا 150 تولے ہوتا ہے۔(41)

بچوں کے حقوق کی کفالت کا اسلامی تصور:

اسلام نے بچوں کی پیدائش کے بعد سے ہی مسلسل اس میں دلچسپی نہیں لی بلکہ تولید سے پہلے ہی بچوں کے حقوق کی کھل کر وضاحت کی ہے۔ اسلام میں بچپن کی تصویر کشی خوبصورت دنیا کے طور پر کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالی بھی بچپن کو پسند فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کی قسم کھائی ہے:

﴿لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾.(٤٢)

"قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔ اور قسم ہے والدین کی اور بچوں کی۔"

نیز قرآن نے بچوں کو دنیا کی رونق قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾.(٤٣)

"مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی رونق ہیں۔"

ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس وقت آپ کے دونوں نواسے حضرت حسنؓ اور حسینؓ دوڑتے اور لڑکھڑاتے ہوئے تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے خطبہ روک دیا، پھر منبر سے اتر کر دونوں بچوں کے پاس تشریف لے گئے، انہیں نہایت محبت سے بازوؤں میں اٹھالیا اور منبر پر تشریف لاکر فرمایا اے لوگو! تمہاری اولاد تمہارے لئے سکون کا باعث ہیں۔ میں نے اپنے دونوں بچوں کو دوڑتے اور لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا۔ لہذا میں خود پر قابو نہ پاسکا اور نیچے اتر کر انہیں گود میں لے لیا۔(44)

بچوں کے لیے قرآن کا معاشی نقطہ نظر:

اسلام کی آمد سے قبل اولاد کا قتل کرنا عام دستور تھا لوگ غربت اور مفلوک الحال ہونے کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ زیادہ مشہور لوگوں میں یہ ہے کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے تھے لیکن یہ کہنا درست نہیں بلکہ لوگ اولاد کو کھلانے پینے کے ڈر سے بھی قتل کر دیا کرتے تھے۔ قرآن نے سختی کے ساتھ اس فعل قبیح کو منع کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا:

اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔(45)

دوسرے مقام پر اور شدید انداز میں فرمایا کہ:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾.(٤٦)

"اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔"

قرآن نے انسان کو رزق کا ٹھیکیدار بننے کی بجائے اللہ کا بندہ بننے کی ہدایت کی ہے اور بتادیا کہ آج جس بچے کو معاشی بوجھ سمجھ کر قتل کر رہے ہو کل گزشتہ تم بھی ایسے ہی ناتواں اور لاچار تھے، اس رزاق مطلق العنان نے تمہیں بھی رزق دے کر اس عمر تک پہنچایا اور اب بھی بدستور تمہیں رزق مل رہا ہے۔ پھر اس رزاق کی ذات کو فراموش کر کے اپنے آپ کو رزاق سمجھ رہے ہو۔

بچوں کے لیے حدیث نبوی ﷺ کا معاشی نقطہ نظر:

قرآن کے بعد حدیث ہی ہدایت کا سرچشمہ ہے اور در حقیقت حدیث قرآن کی تفسیر اور تشریح ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا گناہ بہت بڑا ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ سائل نے پوچھا اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ڈر سے ہی اپنے بیٹے کو قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔(47)

زمانہ جاہلیت سے ہی اولاد کو قتل کرنے کی بنیادی وجہ اس کو ایک معاشی بوجھ سمجھنا تھا۔ در حقیقت قرآن و حدیث کا کھانے کو قتل کی وجہ بیان کرنا اس سے کنایہ ہے کہ اس کی معاشی ذمہ داریاں چونکہ باپ پر ہی ہوتی ہیں تو لوگ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے قتل اولاد کا جرم کر بیٹھتے تھے۔

اولاد میں عطایا کی مساوات:

نبی کریم ﷺ آخری نبی تھے جن کو اللہ نے حکمت و دانائی سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ آپ نے والدین کو بھی تعلیم دی ہے کہ اولاد کے درمیان کسی بھی پہلو سے ایسا عمل نہ کیا جائے جس کی وجہ سے دوسری اولاد کی دل شکنی ہو اور وہ احساس محرومی کا شکار ہو۔ کیونکہ حق ولادت کے اعتبار سے تمام اولاد مساوی ہیں۔ اگر اس میں سے کسی کو ظاہری طور پر کوئی ترجیح دی جائے گی تو یقینا بقیہ اولاد کے دل میں والدین کی طرف سے قدرے رنجش پیدا ہو گی اور وہ احساس کمتری کا شکار ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ نعمان بن بشیرؓ کے والد نے اپنے بیٹے کو ایک غلام تحفہ میں دیا اور حضور ﷺ کو اس تحفے پر گواہ بنانے کے لیے آئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو اس طرح تحفہ دیا ہے جس طرح اس بچے کو دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا تحفہ واپس لے لو۔(48)

اولاد کی ابتدائی پرورش:

نومولود بچے کے ابتدائی دو سال دودھ پلانے کے ہوتے ہیں، دودھ پلانے کے احکام قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے اہتمام کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور اس سلسلہ میں والد اور والدہ دونوں پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں، اسے مختصر اور جامع الفاظ میں بیان فرمادیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لا تُضَارَّ وَالِدَةٌ

بِوَلَدِهَا وَلا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالاً عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلادَكُمْ فَلا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾.(۴۹)

"مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلایا کریں، یہ مدت اس کے لیے ہے جو کوئی مدت رضاعت کو پورا کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ قاعدہ کے موافق ان بچوں کی ماؤں کا کھانا اور کپڑے دینا ہے۔ کسی کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی حیثیت اور برداشت کے مطابق، بچے کی ماں کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ ہی بچے کے والد کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور اسی طرح وارث کے بھی ذمہ ہے۔ پھر اگر والدین دودھ چھڑانا چاہیں اپنی باہمی رضامندی اور مشورے سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی دوسری عورتوں کا دودھ پلانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ ان کے حوالہ کر دو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق، اور حق تعالی سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالی تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

آیت مذکورہ سے جو احکام نومولود بچے کے لیے مستفاد ہوتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

1) اللہ تعالی کا حکم ہے کہ مائیں شیر خوار بچوں کو دودھ پلائیں اور اس کی آخری مدت زیادہ سے زیادہ دو سال تک ہے۔ اگر کسی مجبوری کی بناء پر اس سے قبل دودھ چھڑانے کی ضرورت ہو تو والدین ایسا کر سکتے ہیں۔

2) البتہ اگر ماں کا دودھ کافی نہ ہو تو اوپر کا دودھ یا غذا دے سکتے ہیں اور اس دودھ اور غذا کا خرچ باپ دے گا۔

3) بلا عذر یا کسی ناجائز وجہ سے ماں کا دودھ نہ پلانا اور بچے کو نقصان پہنچانا سخت گناہ ہے۔

4) جب تک بچے کی ماں، بچے کے باپ کے نکاح میں ہے یا باپ نے طلاق دے دی لیکن ابھی تک بچے کی ماں عدت میں ہے، بچے کو بلا معاوضہ دودھ پلانا اس پر واجب ہے، شوہر سے اجرت کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے۔ جب کہ ان حالات میں عورت کو بچے کے باپ سے نان نفقہ کا خرچ ملتا ہے۔

5) بیوی کا نان نفقہ یا مطلقہ جو عدت میں ہے، اس کا خرچہ عدت گزرنے تک شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق اس پر واجب ہے۔ اگر بچے کی ماں مطلقہ ہو گئی اور عدت بھی گزر چکی ہے اور شیر خوار بچے کی مدت ابھی تک ختم نہیں ہوئی تو ماں دودھ پلانے پر معقول اجرت اور معاوضہ کا مطالبہ کر سکتی ہے بغیر معاوضہ کے دودھ پلانا بہتر اور ثواب ہے، کیوں کہ ماں ہونے کے اعتبار سے ایک گونہ اس پر بھی حق ہے۔

6) دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت شرعا دو سال ہے اور اس سے زائد بلا عذر دودھ پلانا گناہ ہے۔

7) عذر کی حالت اس سے مستثنی ہے۔

8) عذر کی صورت میں جب کہ بچہ کوئی اور غذا استعمال نہ کرتا ہو یا فورا دودھ چھڑانے سے اس کے شدید مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ڈھائی سال تک دودھ پلانے کی گنجائش ہے جو کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ایک روایت ہے۔

9) دو سال کے اندر اندر مدت پوری کرنے سے قبل اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو جائز ہے، جب کہ اس میں بچے کا فائدہ ہو یا کم از کم اس کو کسی قسم کے نقصان ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

10) لیکن اگر بچے کو دودھ چھڑانے کی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے تو دو سال کی مدت پوری ہونے سے قبل دودھ چھڑانا درست نہیں۔

11) دودھ کے علاوہ بچے کے دیگر خراجات، دوا اور علاج وغیرہ سب باپ کے ذمہ واجب ہیں۔

12) ماں کے مطلقہ ہونے کی صورت میں باپ پر صرف بچے کے دودھ کی اجرت کی ذمہ داری نہیں بلکہ بچے کے دوسرے تمام اخراجات کی بھی ذمہ داری ہے۔

13) ماں کے مطلقہ ہونے کی صورت میں بچے کی پرورش کا حق شرعا ماں کے پاس ہے۔

14) سات سال کا لڑکا اور نو سال تک کی لڑکی کو ماں کی پرورش میں رہنے کا حکم ہے، اگر ماں کا کسی اجنبی سے نکاح ہو گیا اور وہ بچے کی پرورش کرنے پر راضی نہیں تو پھر بچے کی پرورش کا نانی یا پر نانی کو حاصل ہوتا ہے۔

15) بچے کی خاطر ماں کو تکلیف نہیں دی جائے گی اور نہ ہی باپ کو کسی امر پر مجبور کیا جائے گا۔[(50)]

اولاد کے لیے میراث:

کبھی کوئی شخص اچھی نیت سے اپنی اولاد کے لئے ترکہ میراث کو محفوظ رکھنے کی خاطر اولاد کے لئے ترکہ کو وقف کر جاتا ہے۔ لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی خاندان بڑھ جاتا، اولاد میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور رشتہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، اور نگران و متوالی ایک دوسرے سے منافقت کرنے لگتے ہیں، اور آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت ہوتی ہے یا مقدمہ بازی شروع ہو جاتی ہے، اس لئے بہت سے مسلمان ممالک میں خاندانی وقف ختم کر دیئے گئے، اپنے بندوں کی ضروریات اور مصلحتوں کو اللہ تعالی ہی خوب بہتر جانتے ہیں۔ میراث میں حصہ داروں یعنی ذوی الفروض اور عصبات کے حصے اس لئے مقرر کئے گئے ہیں اور شریعت نے میراث کی تقسیم خود اپنے ذمہ اس لئے لی ہے تاکہ ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق مل جائے، اور لوگ اپنے مرنے والوں پر غم واندوہ کی بجائے لڑکے، لڑکیوں، والدین، بھائی اور بہنوں کی باہمی مخاصمت، عدالت اور مقدمہ بازی کے چکر میں نہ پڑ جائیں۔

لاوارث بچوں کی کفالت:

جن بچوں کا کسی بھی وجہ سے کوئی وارث نہ ہو توان کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہے۔یعنی حکومت اس کا خرچہ برداشت کرے گی۔تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہی ہوتا تھا کہ جب کوئی بھی بچہ جس کا باپ نہ ہوتا یا جسے گزرگاہ پر ڈال دیا جاتا تو حضرت عمرؓ کے پاس لایا جاتا اور آپؓ اس کے لئے سو درہم مقرر کرتے اور اس کی خوراک اور دوسرے مصارف کے لئے جتنا مال درکار ہوتا حسب ضرورت اتنا مال مقرر فرماتے تھے۔اس کا ولی کئی مہینے اسکا وظیفہ وصول کر کے لے جاتا، اور خود امیر المومنینؓ سالہا سال جا کر اس کا معائنہ فرماتے اور اسکے حق میں حسن سلوک کی ہدایت فرماتے اور بیت المال سے اس کی رضاعت اور پرورش کے اخراجات کا حکم دیتے۔ (51)

لقیط شریعت مطہرہ میں اس بچے کو کہتے ہیں جسے عیالداری کے خوف یا تہمت سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے کہیں پھینک دیا جاتا ہے۔توایسے گمنام لاوارث بچے کی کفالت سرکاری بیت المال کے ذمہ ہے۔حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ فقط ایک مسلمان ہے جو کھانے کے قابل نہیں اور نہ ہی اس کی ملکیت میں اپنا کوئی مال ہے اور نہ ہی کوئی رشتہ دار تو لقیط کو بھی ایسے شخص پر قیاس کیا جائے گا کہ جس کا کوئی مال ہو نہ قرابت دار تو جیسے اس معذور شخص کی کفالت بیت المال کے ذمہ ہے تو اسی طرح لقیط کی بھی کفالت بیت المال کے ذمہ ہو گی۔ (52)

خلاصہ بحث:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور تا قیامت تمام انسانوں کی ہدایت اور دنیوی واخروی فلاح کا ضامن ہے۔اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔کفالت پر انسانی حیات اور بقا کا انحصار ہے اس لیے اس اہم شعبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام میں انسانوں کی راہنمائی فرمائی ہے۔قرآن کریم نے اپنے اہل وعیال، رشتہ داروں، فقراء ومساکین، مسافروں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلے ہوئے لوگوں اور ناداروں کی کفالت کرنے کی ترغیب دی۔بخل کی شدید مذمت بیان کی ہے اور اس پر دنیا و آخرت میں وعیدیں سنائی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اس لیے آپ ﷺ کی پوری زندگی انسانیت نوازی اور انسانی حقوق کی جد جہد اور عملی نفاذ سے عبارت ہے، اسی وجہ سے تمام اقوام عالم نے آپ ﷺ کو "محسن انسانیت کا نام دیا ہے۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے انسان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے مختلف طریقوں

سے ترغیب دی ہے۔اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں کی کفالت کرنے کو سب سے بہتر قرار دیاہے اور دوسرے حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کے تعاون کا بھی حکم دیاہے اور بذات خود نبی کریم ﷺ نے عملی نمونے کے طور پر کفالت کے میدان عظیم الشان مساعی سرانجام دی ہیں۔آپ ﷺ کی پوری زندگی فقراء ومساکین، یتیموں اور بیواؤں کی خدمت گزاری اور نگہداشت میں گزری ہے۔

خلفاء راشدین نے بھی کفالت کے میدان میں نبی کریم ﷺ کی روش کو اپنایا اور اپنی ساری زندگی دوسروں کی دکھ درد اور حاجت براری میں گزار دی ہے بلکہ اس میدان میں انہوں نے وہ عظیم کارنامے سرانجام دیے ہیں کہ چودہ سو سال بعد اس ترقی کے دور میں بھی وہ ساری انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہیں اور مسلمانوں کو ان حضرات پر فخر ہے۔

معاشی کفالت کے دائرہ کار میں خوراک کا حق، لباس کا حق، رہائش کا حق، ذریعہ معاش کا حق، تعلیم کا حق، علاج کا حق اور انصاف کا حق شامل ہیں۔ باہمی معاشرتی تعاون کی پانچ اقسام ہیں جن میں باہمی سیاسی تعاون، باہمی تعزیری تعاون، باہمی اخلاقی تعاون، باہمی علمی تعاون وغیرہ شامل ہیں۔

اسلام میں صرف محنت یا خرچ ہی دولت میں حصہ داری کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ معاشرہ میں کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو محنت اور خرچ کے بغیر بھی دولت میں حصہ داری کے مستحق ہوتے ہیں۔ان کے استحقاق کی بنیاد حاجت مندی اور قرابت داری میں سے کوئی ایک ہوگی اور پھر ان میں سے ہر ایک کے مختلف درجات ہیں۔استحقاق کفالت کے اسباب کے تحت مرد حضرات کے لیے کفالت کی ابتداء دو صورتیں بنتی ہیں جن میں اقرباء کی جانب سے کفالت اور سرکاری خزانے سے کفالت ہے۔اقرباء کی طرف سے کفالت کی دو قسمیں ہیں: اختیاری اور اجباری۔اقرباء میں والدین کی کفالت سرفہرست ہے۔والدین کی کفالت کا دائرہ کار صرف ماں باپ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ان کے علاوہ دادا، دادی، نانا، نانی اور ان سے اوپر تک سب کو شامل ہوگا۔ ہر مالدار پر اس کے ہر ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہے بشرطیکہ وہ ذی رحم محرم محتاج ہو یا نابالغ ہو یا مفلس عورت ہو یا اپاہج ومعذور ہو یا اندھا ہو یا طالب علم ہو یا جہل و بیوقوفی یا کسی اور عذر کی بناء پر کھانے پر قادر نہ ہو اور اگر وہ مالدار شخص ان لوگوں پر خرچ نہ کرے تو اس کو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔عورتوں کی کفالت میں سب سے پہلے بیوی ہے کہ بیوی کی کفالت کرنا شوہر کے ذمہ ہے۔بچوں کی کفالت بھی اسلام نے ضروری قرار دی ہے۔

References

(١) ابن ماجه: سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، بَابُ: حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ، رقم الحديث: ١٨٥١.

Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab Al-Nikah, Chapter: The Right of The Wife Over The Husband, Hadith Number: 1851.

(۲) گستاولی بان(مترجم: سید علی بلگرامی) تمدنِ عرب، ص273(سرگودھا: ظفر ٹریڈرز).

Gastavali Ban (Translator: Seyed Ali Belgrami) Arab Civilization, P. 273 (Sargouda: Zafar Traders).

(۳) سورة النساء، ٤: ٣٢.

Surah Al-Nisa, 4: 32.

(٤) شبير أحمد عثماني: تفسير عثماني، ص: ١٠٧ (مملكت سعوديه جده، ١٤٠٩هـ).

Shabir Ahmed Osmani: Tafsir Osmani, P. 107 (KSA, Jeddah, 1409 AH).

(٥) سورة النساء، ٤: ٣٤.

Surah Al-Nisa, 4: 34.

(٦) تفسير عثماني، ص: ١٠٨.

Tafseer Osmani, P. 108.

(٧) سورة النساء، ٤: ١٩.

Surah Al-Nisa, 4: 19.

(٨) سورة النساء، ٤: ٧.

Surat Al-Nisa, 4: 7.

(٩) سورة النساء، ٤: ١٢.

Surat Al-Nisa, 4: 12.

(١٠) سورة النساء، ٤: ٢٠.

Surat Al-Nisa, 4: 20.

(١١) سورة النساء، ٤: ٢٥.

Surat Al-Nisa, 4: 25.

(١٢) سورة النساء، ٤: ٣٢.

Surat Al-Nisa, 4: 32.

(١٣) سورة الطلاق، ٦: ٦٥.

Surah Al Talaq, 6: 65.

(١٤) نفس الآية.

Ibid.

(١٥) البخاري، محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب عمرة القضاء، رقم الحديث: ٤٢٥١.

Albukhari, Muhammad Bin Ismail: Sahih Al-Bukhari, Kitab Al-Maghazi, Chapter of Umrah Al-Qadaa, Hadith Number: 4251.

(١٦) نفس المصدر، كِتَاب النَّفَقَاتِ، بَابُ: {وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ}، وَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُ شَيْءٌ؟، رقم الحديث: ١٧٨٢.

Ibid, Hadith Number: 1782.

(١٧) نفس المصدر، كتاب الوصايا، بَابُ الوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ، رقم الحديث: ٢٧٤٤.

Ibid, Hadith Number: 2744.

(١٨) مفتی تقی عثمانی: آزادی نسواں کا فریب، ص:113.

Mufti Taqi Osmani: Azadi Neswan Ka Farib, P. 13.

(١٩) البخاري، محمد بن إسماعيل: الأدب المفرد، بَابُ فَضْلِ مَنْ عَالَ ابْنَتَهُ الْمَرْدُودَة، رقم الحديث: ٨٠.

Albukhari, Muhammad Bin Ismail: Al-Adab Al-Mufard, Hadith Number: 80.

(٢٠) لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي: الفتاوى الهندية، ج:١، ص:٥٤٤ (بيروت: دار الفكر، ١٣١٠هـ).

Committee Of Scholars Headed by Nizam Al-Din Al-Balkhi: Al-Fatawa Alhindia, Vol.1, P.544 (Beirut: Dar Al-Fikr, 1310 A.H).

(٢١)ابن نجيم: البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج: ٤، ص: ١٧٣(بيروت: دار الكتاب الإسلامی).

Ibn Najim, Al-Bahr Al-Raiq Sharh Kanz Al-Daqaeq, Vol.4, P.173 (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Islami).

(٢٢) نفس المصدر.

Ibid.

(٢٣) نفس المصدر، ج:٤، ص: ١٧٤.

Ibid, Vol: 4, P. 174

(٢٤) نفس المصدر، ج: ٤، ص: ١٧٥.

Ibid, Vol.4 P.175

(٢٥) الكاساني، أبوبكر بن مسعود: بدائع الصنائع، ج: ٤، ص: ٢٣ (بيروت: دار الكتب العلمية، ط: ٢، ١٩٨٦م).

Alkasani, Abu Bakr Bin Masoud, Bada'e Al-Sana'e, Vol. 4, P. 23 (Beirut: Dar Al-Kutub Al-Alamiya, 2nd Edition, 1986).

(٢٦) البحر الرائق، ج: ٤، ص: ١٧٧.

Al-Bahr Al-Raiq, Vol.4, P.177.

(٢٧) الفتاوى الهندية، ج: ١، ص: ٥٤٩.

Alfatawa Alhindiya, Vol. 1, P: 549.

(٢٨) مفتي رشيد أحمد: أحسن الفتاوى، ج: ٥، ص: ٤٧٣ (کراچی: ایچ ایم سعید).

Mufti Rashid Ahmad: Ahsan Al-Fatawa, Vol.5, P.473 (Karachi: H.M. Saeed).

(٢٩) نفس المصدر، ج: ٥، ص: ٤٧٣.

Ibid, Vol. 5, P: 473.

(٣٠) الفتاوى الهندية، ج: ١، ص: ٥٤٩.

Alfatawa Alhindiya, Vol.1, P.549.

(٣١) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرتِ مصطفی، ج:2، ص:105(لاھور: کتب خانہ مظہری).

Maulana Mohammad Idris Kandhalvi: Sirat Mustafa, Vol.2, P.105 (Lahore: Mazhari Library).

(٣٢) البحر الرائق، ج: ٤، ص: ١٨٠.

Al-Bahr Al-Raiq, Vol.4, P.180.

(٣٣) نفس المصدر.

Ibid.

(٣٤) مفتی عمران الحق کلیانوی: خلع و تنسیخ نکاح کے شرعی احکام، ص:19(کراچی: غزالی برادرز ناظم آباد کراچی، 1413ھ).
Mufti Imran-Ul-Haq Kalyanvi, Khula Wa Tansikh E Nikah Ke Sharie Ahkam, P. 19 (Karachi: Ghazali Brothers, Nazimabad, Karachi, 1413 A.H).

(٣٥) نفس المصدر، ص: ٢٠.
Ibid, P. 20.

(٣٦) مفتی محمود حسن: فتاوی محمودیہ، ج:9، ص:222(کراچی: کتب خانہ مظہری کراچی، 1990ء).
Mufti Mahmoud Hasan: Fatawa Mahmoudieh, Vol.9, P.222 (Karachi: Mazhari Books, Karachi, 1990).

(٣٧) نفس المصدر، ج: ٩، ص: ٣١٢.
Ibid, Vol.9, P.312.

(٣٨) احسن الفتاوی، ج: ٢، ص: ٤٧٣.
Ahsan Al-Fatawi, Vol.2, P.473

(٣٩) علامه شامي: رد المختار، ج: ٢، ص: ٧٣٤ (بيروت: دار الفكر، ط: ٢، ١٩٩٢م).
Allameh Shami: Rad al-Mukhtar, vol.2, p.734 (Beirut: Dar al-Fikr, 2nd Edition, 1992).

(٤٠) سورة النساء، ٤: ٤.
Surah Al-Nisa, 4: 4.

(٤١) محمد برهان الدین سنبھلی: معاشرتی مسائل، ص:52(کراچی: مجلس نشریات اسلام کراچی، 1996م).
Mohammad Burhanuddin Sanbehli: Muasharati Masail, P. 52 (Karachi: Islamic Publications Council, Karachi, 1996).

(٤٢) سورة البلد، ٩٠: ١- ٣.
Surah Al-Balad, 90: 1-3.

(٤٣) سورة الإسراء، ١٨: ٤٦.
Surah Al-Isra, 18: 46.

(٤٤) سنن أبي داود: كتاب تفريع أبواب الجمعة، باب الإمام يقطع الخطبة للأمر، رقم الحديث: ٨٧٧.
Sunan Abi Dawud, Hadith Number: 877.

(٤٥) سورة المائدة، ٦: ١٥١.
Surah al-Maidah, 6: 151.

(٤٦) سورة لقمان، ٣١: ١٧.
Surah Luqman, 31: 17.

(٤٧) صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، بَابُ قَوْلِهِ: {وَالَّذِينَ لاَ يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ..}، رقم الحديث: ١٨٢٥.
Sahih Bukhari, Hadith Number: 1825.

(٤٨) نفس المصدر، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الهبة للولد، رقم الحديث: ٢٥٨٦.
Ibid, Hadith Number: 2586.

(٤٩) سورة البقرة، ٢: ٢٣٣.
Surah Al-Baqarah, 2: 233.

(٥٠) مفتی عبدالسلام چاٹگامی: اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کی حقوق، ص:40(کراچی: اسلامی کتب خانہ کراچی، سطن).

Mufti Abdul Salam Chatgami: Islam Mein Olada Ki Tarbiat Or Os Ke Huqoq, P. 40 (Karachi: Islamic Library, Karachi).

(٥١) البلاذري: فتوح البلدان، ص: ٤٥٢ (بيروت: دار الهلال، ١٩٨٨م).

Albalazri: Futuh Al-Buldan, P. 452 (Beirut: Dar Al Hilal, 1988).

(٥٢) البحر الرائق، ج: ٥، ص: ١٤٤.

Al-Bahr Al-Raiq, Vol.5, P.14.